ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.8. No.2.2025

کوٹ مٹھن میں چشتی سلسلہ اور خواجہ غلام فریدؒ کی تعلیمات: ایک فکری و روحانی جائزہ

The Chishti Order in Kot Mithan and the Teachings of Khwaja Ghulam Farid: An Intellectual and Spiritual Analysis

1. Gull Nessreen
MS Islamic Studies, KFUEIT, Rahim Yar Khan, Pakistan.
2. Dr. Muhammad Shahid Habib *(Corresponding Author)*
Assistant Professor, KFUEIT, Rahim Yar Khan, Pakistan.
Email: shahid.habib@kfueit.edu.pk
3. Dr. Syed Hamid Farooq Bukhari
Head, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Pakistan.
Email: hamid.farooq@uog.edu.pk

Abstract

This research explores the spiritual and intellectual legacy of the Chishti Sufi order in Kot Mithan with a special focus on the teachings and contributions of Khwaja Ghulam Farid (RA). The Chishti order, renowned for its inclusive, peaceful, and service-oriented principles, played a pivotal role in shaping the spiritual landscape of South Punjab. Kot Mithan emerged as a significant spiritual hub due to the presence of influential Sufi saints and their khānqāhs. Among them, Khwaja Ghulam Farid (RA) stands out for his profound poetry, philosophical thought, and unwavering message of divine love and unity. This paper examines the arrival and spread of the Chishti order in Kot Mithan, the educational and moral system of the Sufis, and the societal impact of Khwaja Ghulam Farid's teachings. His use of the Saraiki language in spiritual expression made his message accessible to the local populace, creating a deep-rooted spiritual identity. Through qualitative analysis of historical sources, poetry, and Sufi texts, this research evaluates how Khwaja Ghulam Farid's legacy continues to influence contemporary thought, inter-sect harmony, and cultural resilience in the region. The study concludes that his teachings, deeply embedded in Chishti Sufi traditions, serve as a vital resource for nurturing tolerance, spiritual consciousness, and societal balance in today's world.

Key Words*: Chishti Order, Khwaja Ghulam Farid, Kot Mithan, Sufism, Spiritual Teachings*

تعارفِ موضوع

برصغیر میں تصوف کی مختلف سلاسل نے نہ صرف روحانی ترقی بلکہ سماجی ہم آہنگی اور اخلاقی اصلاح میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ ان میں سلسلہ چشتیہ کو خاص مقام حاصل ہے جس کی بنیاد خدمت خلق، محبت، رواداری اور اخوت پر رکھی گئی۔ کوٹ مٹھن، جو جنوبی پنجاب کا ایک روحانی مرکز ہے، سلسلہ چشتیہ کے ایک اہم مرکز کے طور پر ابھرا۔ یہاں کئی صوفیائے کرام نے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا جن میں خواجہ غلام فریدؒ کا نام نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ خواجہ غلام فریدؒ نہ صرف ایک عظیم صوفی بزرگ تھے بلکہ ایک بلند پایہ شاعر اور مفکر بھی تھے۔ ان کی شاعری، جو سرائیکی زبان میں ہے، روحانیت، عرفان اور فکری بلندی کا حسین امتزاج پیش کرتی ہے۔ اس مقالے میں کوٹ مٹھن میں چشتی سلسلے کے قیام، صوفیاء کی تعلیم و تربیت، اور

خواجہ غلام فریدؒ کی شخصیت و تعلیمات کا علمی و روحانی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ان کے پیغام کو موجودہ دور کے تناظر میں سمجھا جائے تاکہ انسانیت، امن اور باہمی احترام پر مبنی معاشرہ تشکیل دیا جا سکے۔

مبحث اول: کوٹ مٹھن میں سلسلہ چشتیہ

❖ چشت کی وجہ تسمیہ

یہ سلسلہ موجودہ سلاسل تصوف کا ایک قدیم اور اولین سلسلہ ہے۔ جو کہ تیسرے صدی ہجری کے اواخر سے شروع ہوتا ہے۔ اس سلسلے کے شجرہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "چشتی" ابو اسحاق شامیؒ کے ساتھ سب سے پہلے استعمال ہوا۔ ان سے پہلے کسی بزرگ کے ساتھ یہ لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ کیونکہ آپ کو چشت کے علاقے میں بھیجا گیا تھا تاکہ وہاں کے لوگوں کو علم و حکمت سکھائیں۔[1]

❖ چشت کیا ہے؟

یہ چشتیہ کا مخفف ہے۔ اصل میں فارسی زبان کا لفظ ہے۔ اردو میں بھی مستعمل ہوتا ہے جو پوشیدہ یعنی چھپا ہوا کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ چشت نام کے دو مقام ہیں۔ ایک مقام چشت ہندوستان میں اوچ اور ملتان کے درمیان ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ دوسرا خراسان کے ایک مشہور شہر کا نام ہے، جو کہ صوبہ ہرات کے مشرق میں واقع ہے۔ یہاں بزرگوں کے قائم کردہ روحانی اصلاح و تربیت کے بڑے بڑے مراکز ہیں۔ اسی مقام کی نسبت سے یہاں کے مشائخ چشتی کہلائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں لوگوں کی روحانی تربیت اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور تحفظ و استحکام کے لیے طریقت کے جس خاندان کو منتخب فرمایا وہ سلسلۂ چشت ہے اس سلسلہ کی نامور اور بزرگ ہستی خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین اور غلام فرید چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔[2]

❖ شجرہ سلسلہ چشت

تمام سلاسل تصوف کا ایک شجرہ ہوتا ہے۔ اس سلسلہ کا شجرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ مختصر شجرہ کا ذکر میں یہاں درج کرتی چلوں:

1۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

2۔ حضرت حسن بصریؒ

3۔ خواجہ ابو الفضل عبد الواحد بن زیدؒ

4۔ خواجہ ابو الفیض فضل بن عیاضؒ

5۔ خواجہ ابراہیم بن ادہمؒ

6۔ خواجہ سدید الدین حزیفہ المرعشیؒ

7۔ خواجہ امین الدین ابی ہبیرۃ البصریؒ

---

1 جنگ، مولونا معشوق یار، اخبار الصالحین، ص70، ملک اینڈ کمپنی لاہور، 1404ھ

2 نظامی، خلیق احمد، تاریخ مشائخ چشت، ص138، مکتبہ کراچی، 1975ء

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.8. No.2.2025

8۔خواجہ ممشاد دینوریؒ

9۔خواجہ ابو اسحاق شامیؒ

10۔خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ

11۔خواجہ ابو محمد چشتیؒ

12۔خواجہ ابو یوسف چشتیؒ

13۔خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ

14۔خواجہ حاجی شریف زندنیؒ

15۔خواجہ عثمان ہارونیؒ

16۔کوٹ مٹھن کی مشہور شخصیت **حضرت خواجہ غلام فرید** ؒ۔[3]

❖ **مرکزی شاخیں**

اس سلسلہ کی مرکزی شاخیں مندرجہ ذیل ہیں:

سلسلہ نام

مودودیہ:	قطب الدین مودود، م527ھ
قنطوریہ:	شاہ خضر م599ھ
نظامیہ:	حضرت نظام الدین اولیاء، م725ھ
صابریہ:	شیخ علاالدین علی بن احمد صابر، م690ھ
جمالیہ:	شیخ جمال الدین، م700ھ[4]

❖ **شجرہ مشائخ پاکستان**

اس سلسلہ کے مشہور مشائخ جن کا تعلق پاکستان کی سرزمین سے ہے ان کا شجرہ رقم کرتی ہوں۔

1۔رئیس الشیوخ شیخ فخر الدین گنج شکرؒ

مسعود بن سلیمان بن شعیب بن احمد بن یونس بن محمد بن فرخ شاہ العمری، آپ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ کا لقب فرید الدین گنج شکر ہے۔ آپ 569ھ میں کھتوال میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا قصور کے قاضی تھے۔[5]

---

3 نظامی، خلیق احمد، تاریخ مشائخ چشت، ص103، مکتبہ کراچی، 1975ء

4 الحسنی، عبدالحی بن فخر الدین، نزہۃ الخواطر، ج1، ص180، دائرۃ المعارف، 1974

5 شاراب، ظہور الحسن، خم خانہ تصوف، ص382، مقبول اکیڈمی، لاہور، 1988

2۔ سید امام علی لاحق سیالکوٹی

آپ باباغلام فریدؒ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔ آپ نے خلاف لے کر سیالکوٹ جاکر رشد وہدایت کی شمع روشن کی۔

3۔ شیخ خدا بخش ملتانی

آپ ملتان میں پیدا ہوئے۔ وہیں پرورش پائی۔ علما سے کسب علم و حکمت کیا۔ پھر ملتان ہی میں 40 سال تک پڑھایا۔ حافظ جمال ملتانی کی خدمت میں رہے اور انہی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ نے چشتیہ نظامیہ کی توسیع کے لیے جدوجہد کیں۔ آپ نے توحید پر ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے "رسالہ توفیقیہ"۔

4۔ خواجہ حکیم سید سجاد حسین شاہ سیکری

آپ 10 ربیع الاول 1296ھ میں بیکانیر (راجپوتانہ) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق سادات رضویہ سے ہے۔ آپ مولانا خواجہ حکیم سید اکبر علی شاہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ کے والد حکیم تھے۔ بعد میں انہوں نے مہاراجہ کی ملازمت ترک کر کے مستقلا سیکر شریف میں سکونت اختیار کی۔ قیام پاکستان کے بعد آپ ہجرت کر کے سندھ میں آگئے۔ اور حیدر آباد سندھ میں سکونت اختیار کی۔ اس وقت آپ کی صحت بہت خراب ہو چکی تھی۔ آپ 22 ذالحج 1371ھ کو حیدر آباد سندھ میں ہی فوت ہوئے۔

5۔ مولانا احمد تونسویؒ

احمد بن نور آپؒ تونسہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے خواجہ سلیمان تونسوی کے مدرسے سے تحصیل علم کیا۔ اور آپؒ ہی سے بیعت ہوئے۔ خلافت حاصل کرنے کے بعد اپنے علاقے تونسہ میں ہی رشد وہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے مریدین کا حلقہ مرشد کے حلقہ سے بھی بڑھ گیا۔

6۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ

آپؒ 23 صفر 1302ھ صوبہ بہار ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سید ابو الحسن صاحب ندوی ممتاز عالم دین تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کی جس کی تکمیل حضرت تھانویؒ سے ہوئی۔ 1901 میں ندوۃ العلماء لکھنو میں داخل ہوئے اور سند فراغت یہیں سے حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ محی الدین، مفتی عبد اللطیف، مولوی شبلی نعمانی، جیسے علما شامل ہیں۔

7۔ خواجہ محمد حسین بخش چشتیؒ

آپ 1299ھ میں ملتان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اور خرقہ خلافت اپنے والد ماجد خواجہ نظام بخش سے حاصل کیا۔ وصال 11 جولائی 1959ء کو ہوا۔ مزار دربار عالیہ چشتیہ نظامیہ ملتان میں واقع ہے۔[6]

8۔ مولوی خدا بخش ڈھڈی

---

[6] الحسنی، عبد الحی بن فخر الدین، نزہۃ الخواطر، ج 1، ص 221

مولوی خدا بخش بن مولوی محمد بن گانجن بن مولوی حسین آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے مشائخ دیوان چاولی سے جاملتا ہے۔ آپ 1305ھ میں موضع کھائی تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے محترم سے حاصل کی۔ آپ نے چارو سلاسل میں بیعت کیا اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کا انتقال 22 فروری 1959ء کو ہوا۔ آپ کو کوٹ ادو میں ہی دفن کر دیا گیا۔[7]

9۔خواجہ نظام الدین تونسویؒ

آپ 1362ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولوی احمد سے حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم صدر مدرس مولانا علی گوہر سے حاصل کی۔ آپ نے اپنے والد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کے والد نے وفات سے چندماہ قبل خرقہ خلافت آپ کو دے دیا تھا۔ آپؒ کے دو صاحب زادے ہیں۔ خواجہ فخر الدین، خواجہ معین الدینؒ۔ آپ کی وفات 7 صفر 1385ھ کو ہوئی۔

اصحاب دیگر

خواجہ ولی باباؒ

خواجہ ابراہیم دوپاسیؒ

شیخ نور محمد مہارویؒ

شیخ محمد عاقلؒ

مولانا فضل حسینؒ

حافظ جمالؒ

شاہ محمد سلیمان تونسویؒ

گل محمد احمد پوریؒ

خواجہ محمد تونسویؒ

خدا بخشؒ

اللہ بخشؒ

سید مظفر علی شاہؒ

شمس الدین سیالویؒ

محمد علیؒ

حاجی نجم الدینؒ

حافظ موسیٰؒ

---

7 شاراب، ظہور الحسن، خم خانہ تصوف، ص312

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.8. No.2.2025

محمد حسنؒ

سید مہر علی شاہؒ

غلام حیدرؒ شاہ[8]

مبحث دوم: صوفیاء کی تعلیم و تربیت اور مقصد حیات

❖ **صوفیاء کے رُوحانی مراحل**

تصوف مرحلہ در مرحلہ سفر کرنے کا نام ہے۔ اس سفر کو سلوک اور مسافر کو سالک کہتے ہیں۔ گویا صوفی سفر کرتا رہتا ہے، جامد نہیں رہتا۔ ایک سالک / صوفی درج ذیل روحانی مراحل سے گزرتا ہے:

1۔ تزکیہ

پہلا مرحلہ تزکیہ ہے۔ یہ نفس کا سفر ہے۔ اس میں حیوانی خصلتیں، روحانی خصلتوں میں بدل جاتی ہیں۔ حیوانی خصلتوں کے نتیجہ میں قتل و غارت گری اور دہشت گردی جنم لیتی ہے لیکن جب تزکیہ نفس سے روحانی خصلت آجاتی ہے تو پیار، محبت اور برداشت کے رویے جنم لیتے ہیں۔ گویا سلوک و تصوف کے پہلے سفر کا آغاز بھی اَمن ہی سے ہوتا ہے۔

2۔ تصفیہ

دوسرا مرحلہ تصفیہ ہے۔ تصفیہ دل کا سفر ہے۔ اس سفر میں دل صاف ہو جاتا ہے اور دنیا کے تمام اَفکار اور رنج و غم کے زنگار سے آزاد ہو جاتا ہے۔

3۔ تخلیہ

تیسرا مرحلہ باطن کا سفر ہے، اس کو تخلیہ کہتے ہیں۔ تخلیہ میں بندہ اپنے باطن سے نہ صرف ہر غیر کو نکال دیتا ہے بلکہ ماسوی اللہ کی خواہش سے بھی دل کو پاک کرلیتا ہے۔ یہ خلوت ہے۔ یہ مرحلہ دل کو خلوت کدہ بنا دیتا ہے اور انسان زبانِ حال سے پکار اٹھتا ہے:

ہر تمنا دل سے رُخصت ہو گئی
اب تو آجا، اب تو خلوت ہو گئی

گویا دل کو محبوبِ حقیقی کا خلوت کدہ بنا دینا تخلیہ ہے۔

4۔ تحلیہ

سلوک و تصوف کی راہ میں چوتھا مرحلہ تحلیہ ہے۔ اس مرحلہ میں سالک / صوفی اپنے اِنسانی اَوصاف سے نکل جاتا ہے اور ربانی اَوصاف میں داخل ہو جاتا ہے۔ سالک جو جو صفات رب کی دیکھتا ہے، اس کی اپنی وہ صفت ہٹتی جاتی ہے اور رب کی صفت کا رنگ اس پر چڑھتا جاتا ہے۔ اس کو تحلیہ کہتے ہیں۔ یہ حِلیہ

---

[8] سہروردی، شہاب الدین، عوارف المعارف، صفحہ 21

سے ہے۔ حِلیہ زیور کو بھی کہتے ہیں۔ جب زیور دلہن کو پہناتے ہیں تو اُس کا دلہن ہونا چمک اٹھتا ہے۔ اسی طرح جب رب کے اوصاف کا رنگ صوفی پر چڑھتا ہے تو اس کا باطن چمک اٹھتا ہے اور جس کا قلب صاف ہو جائے، چمک جائے، وہ ولی ہوتا ہے۔

رب جس طرح ہر ایک کی پرورش کرتا ہے، اس مرحلہ میں صوفی بھی اسی وصف کا فیض لیتے ہوئے ہر ایک کو پالتا ہے۔ رب جیسے ہر ایک کو دیتا ہے، اُسی طرح صوفی بھی لینے والا نہیں ہوتا بلکہ دینے والا ہوتا ہے۔ صوفی مانگتا نہیں بلکہ بانٹتا ہے۔ صوفی عطا کرنے والا، بے نیاز اور پیار و محبت کو بانٹنے والا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ تحلیہ کے ذریعے رب کے اوصاف میں رنگا جاتا ہے۔

5۔ تجلیہ

ربانی اوصاف میں رنگنے کے بعد صوفی / سالک پانچویں مرحلہ تجلیہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس مرحلہ میں بندے کے قلب و باطن پر اَنوار و تجلیات کا ورود ہوتا ہے۔ بندہ فرشی ہوتا ہے مگر اَنوار و تجلیات کے ورود سے من اور باطن میں عرشی بن جاتا ہے۔ یعنی فرش پر رہ کر عرش پر رہتا ہے۔

6۔ التدلیٰ

صوفی چھٹا مرحلہ اَلتَّدَلِّی میں داخل ہوتا ہے۔ یہ مقام عروج ہے۔ صوفی عروج پر جاتا ہے اور اِس مرحلے میں اسے اللہ کی قربتِ خاصہ نصیب ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر صوفی کو دَنٰی فَتَدَلّٰی کا فیض ملتا ہے۔

7۔ التدنی

صوفی دَنٰی فَتَدَلّٰی کا فیض سمیٹنے کے بعد ساتویں مرحلہ اَلتَّدَنِّی میں داخل ہوتا ہے۔ بعض تَدَانِی بھی لکھتے ہیں۔ اس مقام پر اُس کی مقربیت کامل ہو جاتی ہے اور بارگاہِ الٰہی میں اُس کی قربت کا سفر بھی تکمیل کو جا پہنچتا ہے۔ گویا اس مقام پر اسے قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کا فیض ملتا ہے۔

8۔ الترقی

تدنی کے بعد صوفی الترقی کے مرحلہ میں داخل ہوتا ہے۔ اس مرحلہ میں ہر لمحہ اُس کا حال اور مقام بدلتا رہتا ہے۔ اس مرحلہ میں وہ ایک جگہ پر نہیں رہتا بلکہ قربِ الٰہی، عشقِ الٰہی، محبتِ الٰہی، اطاعتِ الٰہی اور معرفتِ الٰہی میں ہر لمحہ اُس کا مقام اور حال بدلتا ہے اور ترقی پذیر رہتا ہے۔ پھر اُس کو کوئی تھام نہیں سکتا۔ ہر لمحہ اُس کے تنقلِ اَحوال (بدلتے رہنا) کی وجہ سے اس عالم کو ترقی کہتے ہیں یعنی اب وہ ترقی کے راستے پر گامزن ہے۔

9۔ التلقیٰ

اس روحانی سفر میں مراحل طے کرتے کرتے صوفی اپنے نویں مرحلہ اَلتَّلَقِّی میں داخل ہوتا ہے۔ جہاں وہ براہِ راست رب سے سنتا ہے اور اُس کی عطا، کشف اور اِلہامات لیتا ہے۔ نتیجتاً صوفی کی زبان سے حق بولتا ہے، اُس کے دل سے حق نکلتا ہے۔ وہ تلقی یعنی براہِ راست رب سے اخذ کرتا ہے۔

10۔ التولیٰ

اس مرحلہ سفر میں بندہ رب سے سب کچھ وصول کر کے اپنے آپ میں پلٹ آتا ہے۔ اس آخری مرحلہ کو اَلتَّوَلِّی کہتے ہیں۔ اس مرحلہ میں رب اُس کا متولی ہو جاتا ہے۔ رب اُس کے ہاتھ بن جاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے، رب اُس کی زبان بن جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے، رب اُس کی آنکھ بن جاتا ہے

جس سے وہ دیکھتا ہے، رب اُس کے کان بن جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے، رب اُس کا دل بن جاتا ہے جس سے وہ چاہتا ہے، الغرض وہ مکمل طور پر رب کی نگرانی میں آجاتا ہے۔[9]

❖ صوفیت میں روحانیت کے وسائط

اس سارے روحانی سفر میں تین وسائط استعمال ہوتے ہیں:

1۔ شریعت

2۔ طریقت

3۔ حقیقت

شریعت: شریعت زندگی میں اِعتدال کا نام ہے۔

طریقت: طریقت اپنے نفس سے اِنفصال کا نام ہے۔

حقیقت: حقیقت محبوب سے اِتصال کا نام ہے۔

بالفاظِ دیگر:

شریعت: راہِ حق پر عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔

طریقت: خود سے جدا ہو جانے کا نام ہے۔

حقیقت: واصلِ خدا ہو جانے کا نام ہے۔

صوفی جب درج بالا روحانی مراحل سے گزرتا ہے اور تین وسائطِ روحانیت کو اختیار کرتا ہے تو یہ سلوک و تصوف اَخلاق کو عمدگی دیتا ہے۔ حوصلوں کو بلندی دیتا ہے۔ ارادوں کو پختگی دیتا اور معاملات کو درستگی دیتا ہے اور مایوسیوں کو ختم کرتا ہے اور یقین اور اعتماد کو استحکام دیتا ہے۔ اَعمال کو طہارت دیتا ہے اور اَحوال کو عظمت دیتا ہے اور مقامات کو سکونت دیتا ہے۔[10]

❖ صوفیاء کا جداگانہ "قال، حال، عمل"

تصوف جس میں بس جائے اُس کی زندگی کا حال بدل جاتا ہے۔ اُس کا مقال (بولنے کا انداز) بدل جاتا ہے۔ اُس کے برتاؤ کے طریقے بدل جاتے ہیں۔ صوفی کی بولی عام لوگوں کی بولیوں سے کتنی مختلف ہو جاتی ہے۔ آیئے تاریخ کے اوراق سے اسے سمجھتے ہیں:

جب چنگیز خان اور ہلاکو خان کی فوجیں بغداد کو تاخت و تاراج کر رہی تھیں، قتل و غارت گری تھی، خون بہایا جا رہا تھا، اُس وقت کی بات ہے کہ ایک خراسانی بزرگ جو سلسلہ عالیہ قادریہ سے نسبت رکھتے تھے، اشارہءِ غیبی کے تحت ہلاکو خان کے بیٹے تگودار خان کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے تشریف لائے۔ وہ شکار سے واپس آرہا تھا۔ اپنے محل کے دروازے پر ایک درویش کو دیکھ کر اس نے ازراہِ تمسخر پوچھا:

---

9 جامی، عبد الرحمن، نفحات الانس، صفحہ 88، شبیر برادرز اردو بازار لاہور

10 جامی، عبد الرحمن، نفحات الانس، صفحہ 91، شبیر برادرز اردو بازار لاہور

"اے درویش، تمہاری داڑھی کے بال اچھے ہیں یا میرے کتے کی دم"؟

اس بیہودہ سوال پر آپ قطعاً برہم نہ ہوئے۔ بڑے تحمل سے فرمایا:

"اگر میں جانثاری اور وفاداری سے اپنے مالک کی خوشنودی حاصل کر لوں تو میر داڑھی کے بال اچھے ہیں، ورنہ کے کتے کی دم اچھی ہے جو آپ کی فرمانبر داری کرتا ہے اور آپ کے لیے شکار کی خدمت انجام دیتا ہے"۔

تگودار خان اس غیر متوقع جواب سے بہت متاثر ہوا اور آپ کو مہمان کی حیثیت سے ٹھہرایا اور آپ کی تبلیغ سے در پردہ اسلام قبول کر لیا۔

تگودار خان کا سوال انتہائی سخت تھا، اگر یہ سوال کسی خشک اور انتہا پسند ملّا سے کر دیں تو وہ تو سر پھوڑ دیتا، جھگڑا ہوتا اور شہید ہو جاتا۔ مگر صوفیاء کے رنگ ڈھنگ الگ ہوتے ہیں، ان کے بات کرنے کے طریقے اور فہم و مقام بدل جاتا ہے۔ صوفی جب بات کرتا ہے تو دلوں کی کایا پلٹ دیتا ہے۔ اس لیے کہ وہ سختی سے نہیں بلکہ نگاہ سے اور محبت و پیار کی زبان سے احوال بدلتا ہے اور یہی تصوف ہے۔[11]

❖ صوفیاء کا طرز عمل

صوفی کس طرح حال بدلتا ہے؟ صوفی کا شعار اور روش کیا ہے جس سے پتہ چلے کہ صوفی کون ہے؟ صوفیاء کے امام ابو عبد الرحمن السلمی رحمۃ اللہ علیہ (امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ، حضور داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا شیخ) اپنی کتاب الفتوۃ میں صوفیاء کی روشِ زندگی اور لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"ابو بکر الحلبی نے روایت کیا کہ ہم حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے بیٹھے تھے کہ اچانک وہاں سے کچھ نوجوان گزرے جو گانا بجانا کر رہے تھے، شراب پی رہے تھے، ناچ کود کر رہے تھے۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کو غصہ آگیا اور کہنے لگے کہ حضرت! ہاتھ اٹھا کر ان ظالموں کے لیے بد دعا کیجئے۔ یہ نوجوان آپ کے سامنے شراب پی رہے ہیں اور ناچ گانا کر رہے ہیں۔ انہیں ادب اور حیا نہیں۔ ان کے لیے بد دعا کیجئے، حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

إلهى وسيدى! أسئلک أن تفرحهم فى الآخرة كما فرحتهم فى الدنيا.

ترجمہ: "اے میرے مالک! ان کو آخرت میں بھی اسی طرح خوش رکھنا جس طرح دنیا میں خوش رکھا ہوا ہے"۔[12]

مریدوں نے جب یہ کلمات سنے تو ان کے دل بیٹھ گئے۔ انہوں نے کہا: حضور ہم نے بد دعا کے لیے درخواست کی تھی کہ ان کا خاتمہ ہو جائے اور وہ برباد ہو جائیں لیکن آپ نے دعا دے دی۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ مسکرا پڑے اور فرمایا: آخرت میں یہ اُسی صورت خوش ہوں گے جب دنیا میں اپنے ان احوال سے توبہ کر لیں گے اور اس کی جانب رجوع کریں گے۔ پس اگر اُس نے انہیں آخرت میں خوش رکھنے کا فیصلہ کر لیا تو انہیں دنیا میں توبہ کی توفیق دے گا اور ان کی توبہ ہو جائے گی۔

گویا صوفی ہر ایک کی توبہ، بخشش اور مغفرت کی فکر کرتا ہے۔ صوفی فنا کرنے کی بات نہیں کرتا بلکہ صوفی بقا دینے کی بات کرتا ہے۔

---

11 نبہانی، علامہ محمد یوسف، جامع کرامات اولیاء جلد دوم صفحہ 250، ضیاء القرآن پبلیکیشنز

12 السلمی، عبد الرحمٰن، کتاب الفتوۃ:60، مکتبہ رضویہ لاہور، 2001

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

صوفی کا طرزِ عمل کیا ہوتا ہے؟ علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ سلوۃ الاحزان میں بیان کرتے ہیں کہ صوفیاء کے امام اور امام اعظم کے ساتھی اور معاصر حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ دریائے دجلہ پر غسل کے لیے گئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ کپڑے اتار کر رکھے اور غسل لینے لگے۔ اچانک ایک چور آیا اور آپ کے کپڑے لے اڑا۔ جب غسل کے بعد آپ نکلے تو کپڑے غائب تھے۔ پریشان بیٹھے ہی تھے کہ چور کپڑے لے کر واپس آ گیا۔ اُس نے آپ کو کپڑے دیے اور کہا کہ میرا دایاں ہاتھ جس سے کپڑے چرائے تھے وہ فالج زدہ ہو گیا ہے۔ آپ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: میرے مولیٰ! جس طرح تو نے میرے کپڑے واپس فرما دیے ہیں اس طرح اس چور کے ہاتھ کی صحت بھی واپس کر دے۔ آپ کی دعا سے اس کا ہاتھ صحت مند ہو گیا۔

پس صوفی چوری کو نہیں دیکھتے بلکہ اُس کی پریشانی کو دیکھتے ہیں۔ یہ وہ انداز ہے جس انداز کے ذریعے صوفیاء مخلوقِ خدا کے ساتھ معاملات کرتے ہیں۔ ان کا بولنا، کرنا اور ہر معاملہ دوسرے لوگوں سے جدا ہوتا ہے۔

❖ **صوفیاء کا منفرد فہم و ادراک**

صوفیاء کا نہ صرف قال، حال اور عمل منفرد ہوتا ہے بلکہ ان کا فہم و اِدراک بھی جدا ہوتا ہے۔ وہ حقائق و واقعات سے الگ معانی اخذ کرتے ہیں۔ ایسے معانی اخذ کرتے ہیں جو دوسرے لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے۔ صفائے قلب اور تطہیرِ باطن کے بعد اُن کے اَذہان و اَفہام، قلوب و اَفکار اور توجہات بدل جاتی ہیں۔ وہ ہر شے میں ذاتِ حق کو دیکھتے ہیں۔ اللہ کی بارگاہ سے جڑے رہتے ہیں، اُن کی توجہ رب کی طرف مرکوز رہتی ہے۔ وہ صرف رب کو تلاش کرتے ہیں اور ہر شے میں اُسی رب کو پاتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ ہمیشہ امن اور شانتی میں رہتے ہیں۔

یہ بات توجہ طلب ہے کہ غیر کا دھیان چونکہ دل میں غبار اور آلودگی لاتا ہے، لہٰذا وہ اس غبار کو ختم کرتے ہیں۔ اگر مولیٰ کا دھیان رہے اور غیر کا غبار نہ رہے تو اُس سے دل کو سکون اور قرار آتا ہے۔ سکون و قرار سے بندے میں سدھار آتا ہے۔ سدھار سے آسودگی آتی ہے۔ آسودگی ملے تو دل میں رب کا پیار آتا ہے۔ طبیعت میں آہنکار (تکبر و انانیت) نہیں رہتا بلکہ پیار اور اِنکسار آتا ہے۔ پھر شانتی آتی ہے۔ انسان کا وہار (behaviour) بدل جاتا ہے۔ بندے کا کردار بدل جاتا ہے اور اگر خدا سے تعلق اور پیار نہ ہو، دل خدا سے نہ جڑے تو پھر وِیوہار (سلوک، اَخلاق) اَہنکار (غرور اور تکبر) کے ذریعے بدل کر دُروِیوہار (بدسلوک، بداَخلاق) ہو جاتا ہے۔ اَہنکار (غرور اور تکبر) بندے کو دُروِیوہار (بدسلوکی، بداَخلاقی) دے دیتا ہے۔ تصوف آ جائے تو بندہ نیک وِیوہار (حسنِ سلوک، خوش اَخلاقی) کا مالک ہوتا ہے۔ اگر تصوف نکل جائے تو بندہ دُروِیوہار (بدسلوکی، بداَخلاقی) کا مالک ہوتا ہے۔ یہ صوفی واد کا طریقہ ہے۔ صوفی واد پہ چلو گے تو پھر آتنک واد (دہشت گردی) ختم ہو گی۔ صوفی ازم اور روحانیت پر عمل پیرا ہونے سے ہی رویے بدلیں گے۔

صوفیاء ہر شے سے اپنے یار کی بات کو نکالتے ہیں۔ ہر آواز سے اپنے مولیٰ کو دیکھتے سنتے ہیں۔ امام ابن زروق المالکی نے لکھا کہ مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کچھ اور صحابہ تھے۔ آپ نے ناقوس (ایک ساز) کی آواز سنی، تو فرمایا:

أتدرون ما يقول؟

"تمہیں معلوم ہے یہ آواز کیا کہہ رہی ہے"؟

انہوں نے کہا: معلوم نہیں، کسی کو سمجھ نہیں آئی۔ مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کہہ رہا ہے:

سبحان الله حقًا حقًا. إن المولىٰ صمد يبقىٰ.

"اللہ پاک ہے، وہ حق ہے، بے شک مولیٰ بے نیاز اور ہمیشہ رہنے والا ہے"۔

اسی طرح ایک اور واقعہ نقل کرتی ہوں کہ

حضرت شیخ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ ایک چشمے کے پاس سے گزرے۔ وہاں ایک سقہ (پانی پلانے والا ساقی) پانی پلا رہا تھا۔ ایک بھیڑ اس کے پاس کھڑی تھی، اُس نے آواز دی کہ سارے پی چکے:

مَا بقي إلا واحدٌ.

"اب صرف ایک بچا ہے"۔

وہ بات کسی اور کی کر رہا تھا کہ صرف ایک رہ گیا ہے جس نے پانی پینا ہے۔ حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ جملہ سنا تو آپ کی چیخ نکل گئی، آپ وجد میں آگئے اور کہا:

هل كان إلّا واحد؟

"اگر سوائے ایک کے کوئی نہیں بچا تو کیا اُس ایک کے سوا بھی کوئی تھا"۔

گویا بات کہیں کی ہوتی ہے، صوفی اس بات کو اپنے یار کی طرف لے جاتا ہے۔ وہ خیر کی بات سے محبت اور محبوبِ حقیقی کی بات نکالتا ہے۔[13]

❖ صوفیاء کا پیغام

صوفی کا دل تنگ نہیں ہوتا بلکہ سمندروں سے زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ صوفی بارش سے کہیں زیادہ سخی ہوتا ہے۔ ساری کائنات صوفی کے دل کی وسعت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس لیے کہ صوفی کا دل اتنا وسیع ہے کہ اس میں خدا سما جاتا ہے۔ آیئے اس طرزِ عمل کو اپنائیں۔ صوفیاء کی ان تعلیمات کو عام کریں۔ صوفیاء کی انہی تعلیمات کو عام کرنے سے ہمارے روّیے، نظریے اور برتاؤ بدلیں گے۔

❖ صوفیاء کی صحبت

آج ہماری زندگیوں کا یہ عالم ہے کہ ایک نوجوان جو بظاہر بڑا مضبوط و توانا نظر آتا ہے وہ ایک میل نہیں چل سکتا۔ ایک میل تو کیا وہ چند قدم نہیں چل سکتا۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے اوپر آسائشوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور اس نے بزدلی کو جنم دیا ہے۔ اس نے ہماری طاقت کو تباہ و برباد کیا ہے۔ ہمارے عزم کو تباہ و برباد کیا ہے آج کا نوجوان ہمیں پر عزم نظر نہیں آتا، مایوس نظر آتا ہے آسائشوں میں پلے ہوئے ہم لوگ زندگی کو بڑا آسان سمجھتے ہیں۔ جب یہ زندگی اپنی سختیاں ہمارے اوپر ڈھاتی ہے ہم بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہیں، پریشان ہو جاتے ہیں کہ یہ زندگی کیسے کٹے گی، اس کے مصائب و آلام کیسے کٹیں گے، اسکی پریشانیاں کیسے دور ہوں گی۔ آپ نے فرمایا اگر صالحین کا مقام حاصل کرنا چاہتے ہو تو عزت کے دروازے بند کر کے ذلت کے دروازے کھولو۔ عاجزی کرو، انکساری کرو، ذلت سے وہ مراد نہیں جو قرآن و سنت نے کفار و مشرکین کے بارے میں کہا بلکہ ذلت سے مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کو کمزور سمجھو۔ عاجزی اور انکساری یہ ہے کہ کوئی گالیاں دیتا ہے تو اس کے جواب میں گالی نہ دو۔ کوئی سختی کرتا ہے تو اس کے جواب میں سختی نہ کرو کوئی پریشانی دیتا ہے تو اس کے سامنے تم وہی رویہ اختیار نہ کرو بلکہ مسلک فقر یہ ہے کہ جو تمہیں گالیاں دے رہا ہو تو تم اسے دعائیں دو کہ

---

13 المقدسی، محمد بن طاہر، صفوۃ التصوف، تعلیق احمد شرباصی، ص:17، دار التصنیف مصر، 1971ء

سرکار دوعالم ﷺ ہمیشہ گالیاں دینے والے کو دعائیں دیا کرتے تھے۔ تکلیفیں دینے والے کے سامنے محبتیں بکھیرا کرتے تھے پریشانیاں دینے والوں کے سامنے آسائشیں بکھیرا کرتے تھے۔

مسلک فقر کے وارث ہیں حقیقت میں وہی

گالیاں سن کے بھی جو لوگ دعا دیتے ہیں

جو لوگ گالیاں سنتے ہیں اور سن کر عاجزی وانکساری کرتے ہیں تھپڑ کا جواب تھپڑ سے نہیں دیتے۔ تھپڑ کا جواب محبت سے دیتے ہیں۔ تھپڑ کا جواب پیار سے دیتے ہیں۔ بد خلقی کا جواب بد خلقی سے نہیں دیتے بد خلقی کا جواب حسن اخلاق کے ساتھ دیتے ہیں۔ اس لیے اگر تم اہل اللہ کے مقام جانا چاہتے ہو، اہل اللہ کے مقام اور مرتبے تک تم جانا چاہتے ہو، عزت کی تلاش میں نہ جاؤ، عاجزی اور انکساری کی تلاش میں جاؤ۔ صالحین کا تو یہی طرہ امتیاز تھا کہ ان کے پاس یا تو ہوتا ہی کچھ نہ تھا جو آجاتا اس کو اللہ تعالی کے راستے پر تقسیم کر دیا کرتے تھے اگر تم صالحین کا درجہ پانا چاہتے ہو تو اُمید کا دروازہ بند کر کے موت کے دروازے کی طرف چلے جاؤ۔ موت کے دروازے کو کھولنے کی تیاری کر لو۔ انسانیت کے ساتھ محبت انسانیت کے ساتھ پیار انسانیت کے ساتھ الفت یہ تمام تصوف سکھاتا ہے۔ تصوف کی زبان میں کوئی بغض، کوئی عناد نہیں ہے۔ وہاں ہمیں ہر طرف محبتوں کے ہول نظر آرہے ہوتے ہیں۔ وہاں ہمیں ہر طرف محبت اور آتشی کا چمن کھلا ہوا نظر آرہا ہوتا ہے۔ اہل اللہ کی مجلس میں بیٹھنے سے انسان کی زندگی درست ہوتی ہے۔ اس کے اخلاق درست ہوتے ہیں۔ اسے اپنی زندگی گزارنے کا سلیقہ ملتا ہے۔ اہل اللہ کی مجلس انسان کے رذائل کو ختم کرتی ہے۔ اس کو کبائر سے روکنے کی طرف ایک بہت بڑا نسخہ ہے۔ اگر ہم آج اللہ تعالی کے نیک بندوں کی مجلس اپنالیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہماری زندگی کے بہت سے مسائل ختم ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالی سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اہل اللہ کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔[14]

مبحث سوم: کوٹ مٹھن کا ماحول اور خواجہ غلام فریدؒ

❖ **تعلیمی وتربیتی ماحول**

دسویں صدی ہجری کے بعد ڈیرہ غازی خان میں صوفیاء کرام کی آمد کی بدولت ترویج علم وحکمت میں جو مدد ملی وہ اس خطہ میں بے مثال نمونہ ہے۔ کوٹ مٹھن اور آس پاس کے اضلاع اس شمع سے منورہ ہوئے۔

حاجی نجم الدین گوری لکھتے ہیں:

" چشتیاں سے لے کر کوٹ مٹھن، حاجی پور، ملتان، تونسہ، مکھ، کلاچی، خراسان اور ہند کے علاقے لکھنو غرض کے چاروں طرف آپؒ کے تلامذہ نے علمی مراکز قائم کیے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے آگے دیگر سلاسل کی رونق ایسے کم ہو گئی جیسے آفتاب کے سامنے ستاروں کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے۔ خواجہ نور محمد مہاوری کے جن خلفاء نے ڈیرہ اسماعیل خان میں درس وتبلیغ کا آغاز کیا ان میں خواجہ نور محمد نارووالہ، محمد سلیمان تونسوی، قاضی

14 المقدسی، محمد بن طاہر، صفوۃ التصوف، تعلیق احمد شرباصی، ص 211

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

محمد عاقل کوریجہؒ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے ترتیب کے ساتھ کوٹ مٹھن ،تونسہ ،حاجی پور میں دینی مدارس قائم کیے اور خدمت خلق اور خدمت دین کی"۔[15]

کوٹ مٹھن کے اس عظیم درس گاہ سے فیض پانے والوں میں مولانا خدا بخشؒ،خواجہ سلطان محمودؒ مولوی نور محمدؒ مولوی عبد اللہ بھٹیؒ،خواجہ گل محمد احمد پوریؒ،اور خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کا نام سر فہرست آتا ہے۔

اس درس گاہ میں جو کتب پڑھائی جاتی تھیں ان کے متعلق انہی کے فیض گان خواجہ گل محمد لکھتے ہیں کہ:

"جن کتابوں میں آپ کا درس سننے کا اتفاق راقم کو ہوا ان میں شرح ہدایہ، شرح عقائد، حکمت میر ہاشم، میر خیالی، مطول، تلویح و توضیح، مقامات اربع، شرح وقایہ، زواہد ثلاثہ، مشکوٰۃ، احیاء العلوم، صحاح ستہ، لوائح، شرح قصیدہ حمزیہ، سواء السبیل، تسنیم اور فصوص الحکم، یہ تمام کتب اس درس گاہ میں باقاعدہ پڑھائی جاتی تھیں"۔[16]

قاضی محمد عاقل کوریجہؒ کے ہاتھوں کوٹ مٹھن میں قائم ہونے والا مدرسہ سرزمین ڈیرہ غازی خان کا پہلا باقاعدہ، مدرسہ تھا جہاں بڑے بڑے عالم درس و تدریس کا کام سرانجام دیتے تھے۔ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر بھی ان کے علمی تدبر سے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکے۔ انہوں نے محبت و عقیدہ کا اظہار اس طرح کیا کہ:

صحبت پیر مغاں ہم کو خوش آئی بہت
ہم ہیں عاقل ربط عاقل سے دلی رکھتے ہیں[17]

بہادر شاہ ظفر از روئے محبت و عقیدت خواجہ قاضی محمد عاقلؒ کے دادا پیر خواجہ فخر جہاںؒ کے بارے لکھتے ہیں:

دل فدا کرتے ہیں نام فخر دیں پر اے ظفر
عشق اپنے پیر کامل سے دلی رکھتے ہیں ہم[18]

خواجہ خدا بخشؒ کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے خواجہ فخر جہاںؒ اور پھر ان کے بعد خواجہ حضرت غلام فریدؒ نے یہ بیڑا اٹھایا اور تشنگان علم کی پیاس بجھاتے رہے۔ آپؒ کے بڑے بھائی خواجہ فخر جہاں کے عہد تک یہ مدرسہ تشنگان علم کی پیاس بجھاتا رہا۔ یہاں تک کہ 1862ء میں دریائی کٹاؤ کی وجہ سے کوٹ مٹھن کی آبادی دریا برد ہو گئی یوں اس درسگاہ کے آثار تک مٹ گئے۔[19]

سن 1865ء میں موجودہ کوٹ مٹھن شہر جب دوبارہ تعمیر ہوا تو خواجہ صاحبؒ نے اپنے بزرگوں کی روایات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے یہاں از سر نو ایک نئے مدرسے کی بنیاد رکھی۔ جہاں آپ نے علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علم و تحقیق و تالیف کا کام بھی شروع کیا۔ اسی وجہ سے دیوان فرید

---

15 سلیمانی، عبد الغفور، ملفوظات خواجہ اللہ بخش، ص243، الناصر پبلیکیشنز، مکتبہ نعیمیہ کراچی، 2013

16 احمد پوری، گل محمد، تکملہ سیر الاولیاء، ص162، مکتبہ الہام، بہاولپور، 1987ء

17 شہاب، مسعود حسن، بہاولپور میں اردو، ص64، اردو اکیڈمی بہاولپور، 1983ء

18 ایضا

19 گزیٹر آف ضلع ڈیرہ غازی خان، ص190(1983،84)

سرائکی، دیوان فرید اردو، مناقب فریدیہ، مناقب محبوبیہ، رسالہ فوائد فریدیہ، اشارات فریدی کے ساتھ ساتھ کئی کتب تصوف کے علاوہ کتب فن بھی وجود میں آئیں۔ آپؒ کے تلمیذ خاص اور مرید خاص مرزا احمد اخترؒ نے کشف الخلافہ، مخزن معالجات فریدی، تذکرۃ الفقراء، سادھو سماچار، مجموعہ تصوف، تذکرہ اولیاء ہند، کرامات قادری، سوانح دہلی، خزینہ ویدک، کلید حکمت، معالجات فخریہ، تحفہ محمد شاہی، مجربات سلطانی، اصول رمل، معالجات خمسہ، مجربات ہندی، تنظیم الادویہ، کے علاوہ کئی ایک کتب تصنیف فرمائیں۔

اس دار العلوم سے پنجاب ہندوستان، بلوچستان، کشمیر، افغانستان، فارس اور عرب کے لوگوں نے علمیاور روحانی فیض حاصل کیا۔ سرزمین ڈیرہ غازی خان، کوٹ مٹھن اور تونسہ شریف کے دینی مدارس نے علمی روایات کو پروان چڑھانے میں بڑا گہرا کردار ادا کیا۔

ڈیرہ غازی خان میں بزرگوں کی علمی ادبی اور روحانی ترقی دیکھ کر دیگر سلاسل کے تصوف کے اکابرین نے بھی مختلف مقامات پر مدارس و مراکز قائم کیے۔ جن میں دار العلوم عبدیؔ قابل ذکر ہے۔ معروف عالم دین مولانا عبید اللہ سندھی نے بھی اسی علوم سے تعلیم حاصل کی۔ خواجہ غلام فریدؒ کی شخصیت ایسے ماحول کی عکاسی اور نقالی ہے اس پاکیزہ ماحول کا خواجہ فریدؒ کی تعمیر سیرت میں بڑا کردار نظر آتا ہے جو ان کے معاملات زندگی اور کلام سے مترشح ہے۔ آپؒ کو ایسا تعلیمی ماحول ملا ہے تبھی تو اثر بھی ایسا ہی نکلا ہے۔ جس کی بدولت ابتدا ہی سے ان ماحولیاتی، تعلیماتی، جذباتی کیفیات اور روحانی اسرار ورموز کا ان پر اثر ظاہر ہونے لگا تھا جیسا کہ ایک کافی اس کی خوب عکاسی کرتی ہے کہ:

ترجمہ: "حضرت قبلہ صاحب! مجھے ایک الف ہی کافی ہے۔ صرف الف اللہ کا علم ہی میری بساط کے لیے کافی ہے۔ مجھے کسی اور کہانی میں کوئی رغبت نہیں ہے میرا دل تو الف ہی نے مول لیا۔ الف نے مجھے اس قدر خود رفتہ کر دیا ہے کہ ب، ت، کی کچھ سدھ بدھ نہیں رہی۔ اگر محبت سے ایک بار تیرے گوش آشنا ہوئے تو تمام علم و عمل کے دفاتر بھول جائیں گے۔ محبت و عشق اس وقت ہمیں نصیب ہوا ہے جب قلم نہ تھی نہ سیاہی تھی۔ یعنی ابھی تک قلم اور دوات وجود میں نہ آئے تھے، روز ازل سے محبت و عشق ہمارے حصے میں ہے۔ اے فرید عشق سے کبھی منہ نہ موڑیں گے اس لیے ہر روز نیا لطف ہے میاں جی"۔[20]

❖ خاندانی ماحول

آپؒ کا خاندان صدیوں میں ٹھٹھہ میں مقیم رہا۔ مغل بادشاہ شاہجہان کے دور حکومت میں ان کے ایک وزیر ارادت خان نے کوریجہ بزرگان سے عقیدت جوڑ لی۔ اسی طرح خواجہ غلام فریدؒ کے خاندان کے بزرگوں کے علم و فضل کی داستان ٹھٹھہ سے دہلی کے بادشاہوں تک جا پہنچی۔ جس سے شہنشاہ جہاں بہت متاثر ہوا پھر یہ خاندان ان کی درخواست پر موجودہ ضلع لودھراں کے قصبہ منگل کوٹ میں نقل مکانی کر آیا۔ یہاں کا سماج خلط ملط تھا ہندو مسلم نہایت امن و آشتی سے ایک ساتھ زندگی گزار رہے تھے۔ اس ماحول میں کوئی مذہبی منافرت نہیں تھی۔ اس خاندان کے علما و فضلا کا امراء و حکام کے پاس بہت احترام و ادب ہوتا تھا۔ شاہجہان سمیت تمام اداروں کے سرکاری آفیسروں کے پاس ان علما و صوفیاء کی عزت و احترام کا بلند مرتبہ ہوتا تھا۔ ہر کوئی انہیں نہایت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ پہلی دفعہ جب اس خاندان کو حکوتی سطح پر مخالفت کا اس وقت سامنا ہوا جب پنجاب پر رنجیت سنگھ کا قبضہ ہوا تو انہوں نے کوٹ مٹھن میں مقیم خواجہ غلام فریدؒ کے والد ماجد خواجہ خدا بخشؒ کو بھی دیگر لوگوں کی طرح اپنے زیر تحکم

---

20 جتوئی، مجاہد، دیوان فرید، کافی 129، ص466

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

لانا چاہا اور ان کے ساتھ انتہائی سخت اور تلخ رویہ اپنایا گیا۔ تو نواب بہاولپور کی درخواست پر آپ کوٹ مٹھن سے دریا کے اس پار چاچڑاں کے قصبے (ریاست بہاولپور) منتقل ہو گئے۔ یہاں انہیں امن و سکون کا ماحول میسر ہوا۔ کیونکہ یہ علاقہ کسی بھی طرح کی سیاسی سماجی چپقلس اور معاشی بدحالی سے آزاد تھا اسی ماحول میں خواجہ فریدؒ کی پرورش ہوئی اور آخرت وقت تو انہیں رؤسا، نواب سردارن، تمندران، اور براہ راست کی محبت و عقیدت حاصل رہی۔ اس دوران انگریزوں کو عروج ملا تو انہوں نے بہاولپور پر اپنا تسلط جمانا چاہا جس کو حضرت خواجہ فریدؒ نے یوں بیان کیا:

صبح صادق خان صاجی مانڑیں　　پا سہرے گانے گانڑیں
سہجوں پھلوں سیجھ سہاتوں　　بخت تے تخت کوں جوڑ چھکاتوں
اپڑیں ملک کوں آپ وساتوں　　پٹ انگریز دے تھانڑیں توں[21]

ترجمہ: اے صبح صادق خان تم عروسی بند، زیور، اور سہرے پہن کر حکمرانی سے لطف اندوز ہوتے رہو، پھولوں کی سیج کو زیب دو۔ بخت و تخت کو رونق بخشو، انگریز اقتدار کو اکھاڑ پھینکو اپنے ملک کو آباد کرو خود۔

وطن پیاس

خواجہ غلام فریدؒ کا محبت وطن کا جذبہ نمایاں تھا۔ آپؒ کی سرائکی کافیاں مقامی گرد و پیش کے ٹھوس عناصر کی آئینہ دار ہیں۔ آپؒ نے معاشرے کی برائیوں کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور اس کی روک تھام کے لیے اپنے اشعار میں بے پناہ حکمت عملی کے ساتھ دفاع کیا۔ آپؒ نے بے آواز لوگوں کو علم و حکمت دانائی ہمت، عہد، جستجو، طاقت، قوت، اتحاد، کی آواز بخشی۔ آپؒ کے ہاں غیر آباد ریگستان، بیٹ اور دامن کوہ تینوں علاقوں کی معاشرت کی قلمی تصوریں ملتی ہیں۔ خاص طور پر اس علاقے میں بسنے والوں کے احساسات کی ترجمانی، اور مصائب کا تذکرہ بھی خواجہؒ نے اپنے کلام میں کیا۔

اپنی سرزمین سے والہانہ محبت و عقیدت اور عصری جبر و کرب کا احساس کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کتھ رانجھن، کتھ کھیڑے بھیڑے
کتھ چوچک دی جائی وویار[22]

آگے لکھتے ہیں:

منجھیاں رنگسن گائیں ڈھکسن　　بھیڈاں بکریاں چانگے ٹکسن
اکھیاں اڑسن دلڑیاں بکسن　　دھرتی دی تاثیر تے[23]

تاہم خواجہ فریدؒ سیاسی حالات غیر متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ صرف ایک دو جگہوں پر "فریب فرنگ" اور نواب بہاولپور کو مخاطب ہوتے کہتے ہیں "پٹ انگریز تھانے" اس کے علاوہ کچھ نہیں کہا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ آپؒ کا مشن اور مقصد ہی کچھ اور ہے۔ لکھتے ہیں:

---

21 محمد عزیز الرحمٰن عزیز، دیوان فرید، کافی نمبر 240، ص 770

22 طاہر تونسوی، ڈاکٹر، مطالعہ فرید کے دس سال، ص 122، علی پرنٹنگ پریس ملتان، 2001

23 محمد عزیز الرحمٰن عزیز، دیوان فرید، کافی نمبر 173، ص 572

غافل، شاغل، ناسی، ذاکر،　　　　صالح، طالع، مومن، کافر
سب ہے نور قدیم داشان[24]

آپؒ کے نزدیک سب نیک وبد، مومن وکافر سب کے سب محبت کے قابل ہیں:

رکھ تصدیق نہ تھی آزارہ　　　　کعبہ، قبلہ، دیر، دوارہ
مسجد، مندر، ہکڑو، نور[25]

❖ علاقائی ماحول

حضرت خواجہ فریدؒ کے کلام میں علاقائی تہذیب و تمدن کے خدوخال نمایاں طور پر ملتے ہیں۔ جس میں ڈھل کر فریدؒ کی فکر و شعور نے پختگی کی منزلیں طے کی تھیں۔ خواجہ صاحبؒ کی کافیوں میں اپنی تہذیب کے گہرے نقوش آج تک زندہ و تابندہ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقے کے لوگ اپنی سادگیوں اور محبت کے باوجود ایک پختہ اور مکمل تہذیبی و تمدنی ورثے کے مالک ہیں۔ وہ اپنی معاشی، اوقتصادی، سیاسی پسماندگی کے باوجود اپنے جمالیاتی شعور کی پختگی اور اپنی تہذیبی قدروں کی تابناکی کی بدستور برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ آپؒ اسی شعور کے محافظ و امین ہیں۔

لکھتے ہیں کہ:

کونجاں کرکن مور چنگھارے　　　　کوئل کوک سناوے
آون رلڑے یاد سجن دے　　　　ظلمیں برہوں ستاوے[26]

یعنی کونجیں مور کوئل اپنی اپنی بولیاں بولتے ہیں۔ یہ درد بھری آوازیں سن کر عاشق ہجراں کو ظالم فراق ستاتا ہے۔ محبوب کی صحبت اور وصال یاد آتا ہے۔ بیٹ کے علاقے میں میں جنگل ہوتے ہیں تو ان میں مختلف قسم کے پودے ہوتے ہیں، آپؒ ان پودوں کے نام لے کر علاقے کی جڑی بوٹیوں کی اہمیت فضیلت اجاگر کی ہے۔ مثلاً جھر، لئی، کرڑ، بوئی، پیلو، جال، لانڑیں، کانہہ، کانے ببول وغیرہ۔ جانوروں کے حوالے سے پاہ ہنباہ کے الفاظ بیان کرتے ہیں۔ سادہ رہائش گاہ کو جھوک کا نام دیتے ہیں۔ اسی طرح شکار کے حوالے سے تیتر بیٹر، ہرن اور پاڑھے کا ذکر کرتے ہیں۔ حسن مجازی کے سامان سرخی، مہندی کاجل کی بات بھی کرتے ہیں۔ خواجہؒ علاقے کی ہر چیز کے ساتھ محبت رکھتے ہیں اپنے علاقے کی منظر کشی یوں کرتے ہیں:

ترجمہ: حیات مستعار ہے عاقبت کی فکر کر، کہاں کے رانجھا کہاں ہیں ہیر، ان کے جھگڑے کہاں ہیں، کہاں ہے چوچک کی بیٹی، سب لقمہ اجل بن گئے ہیں"۔

خلاصہ بحث

---

24 ایضا: کافی نمبر 134، ص443

25 جتوئی، مجاہد، دیوان فرید، کافی نمبر 50، ص151

26 محمد عزیز الرحمٰن عزیز، دیوان فرید، کافی نمبر 173، ص572

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اس تحقیقی مطالعے سے یہ بات سامنے آئی کہ کوٹ مٹھن میں سلسلہ چشتیہ کی موجودگی اور خواجہ غلام فریدؒ کی تعلیمات نے اس خطے کی فکری، روحانی اور معاشرتی ساخت کو گہرائی سے متاثر کیا۔ خواجہ غلام فریدؒ نے اپنی شاعری اور تعلیمات کے ذریعے محبت، خداشناسی، انسان دوستی اور وحدتِ ادیان جیسے افکار کو فروغ دیا۔ ان کی تعلیمات میں نہ صرف روحانی ارتقاء کی رہنمائی ملتی ہے بلکہ معاشرتی اصلاح اور بین المذاہب ہم آہنگی کے اصول بھی پنہاں ہیں۔ آج کے دور میں جہاں معاشرتی تقسیم اور روحانی خلا بڑھتا جا رہا ہے، خواجہ غلام فریدؒ کا پیغام انسانیت کے لیے امید کی ایک روشن کرن ہے۔ ان کی تعلیمات کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت ہے تاکہ ہم ایک متوازن، پرامن اور باہمی احترام پر مبنی معاشرہ قائم کر سکیں۔